عصر حاضر میں سفارتکاری کے رہنما اصول اور ان کا اطلاق

PRINCIPLES OF DIPLOMACY AND THEIR APPLICATION IN THE PRESENT ERA

ڈاکٹر ہدایت خان* ، ڈاکٹر احمد رضا**

Abstract:
It has been tried to discuss Islamic diplomacy in contemporary era in the light of Seerah of the Holy Prophet (PBUH). This institution has been established to negotiate between the state rather than individuals. This institution has a long history and importance. Prophet (PBUH) has respected diplomatic came when they to Him from other states. Significance and historical background of the above mentioned titled has been presented. This article covered some important topics relating to the diplomacy like selection of ambassador, qualification, duties and responsibilities of diplomatic. It has been also strived to discuss principles of Islamic Diplomacy, like completion of mission with affection, sincere with the cause, do research before action, consultation with the ministers and advisors, and care about protocol. This article differentiated between Islamic Diplomacy and other diplomacies
Keywords: Diplomacy, History, Importance,Principles, ambassador.

موضوع کا تعارف و اہمیت

یہ بات واضح ہے کہ انسان ہمیشہ اپنی معاشرتی زندگی کے مفادات کے حصول کی خاطر باہمی تعاون واتحاد کے جذبے کو فروغ دینے کے لیے کوشاں رہا ہے۔ شروع میں انسانی زندگی بہت محدود تھی۔ اس لیے معاشرے کا دائرہ چند نفوس اور خاندانوں پر مشتمل تھا۔ لیکن آہستہ آہستہ زندگی کا یہ قافلہ قوموں کی شکل اختیار کرکے زمین کے مختلف خطوں میں آباد ہو گیا اور اپنے زیر اقتدار خطہ زمین پر تسلط قائم کرکے ریاست و حکومت کی داغ بیل ڈال دی۔ زندگی کی مادی و غیر مادی ضروریات کی تکمیل میں جب وسائل اس خطہ میں پوری طور پر میسر نہ آئے تو اپنی حدود کے باہر بھی ان کے حصول کی کوششیں شروع کی گئیں۔ جس سے بہر حال دوسری قوموں اور ریاستوں پر اثر ناگزیر تھا۔ اس لیے مفادات کے اس ٹکراؤ نے تنازعات کھڑے کیے۔ رنجشوں میں اضافہ کیا، اختلافات کو ہوا دے کر دشمنوں میں شدت پیدا کی۔ لڑائی جھگڑوں سے معاملے مکمل جنگوں کی شکل اختیار کرتے رہے۔ قوت کے

* ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ شریعہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

** اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فکر اسلامی تاریخ و ثقافت، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

استعمال کی تباہی کے نتائج سے سبق حاصل کر کے انسان نے کچھ لو اور کچھ دو کے طریقہ کار کو جنم دیا اور اختلافات کی بنیاد بننے والے وسائل و مفادات میدان جنگ کے علاوہ گفت و شنید کے ذریعہ بھی طے کیے جانے لگے۔ معاہدات میں شرائط طے ہوتی رہیں اور یہ احساس ہر آن ترقی پذیر رہا کہ مفادات کے حصول میں حق، ضرورت اور اعتدال کی راہوں کو اپنائے بغیر زندگی کا یہ نظام نہ آگے بڑھ سکتا ہے اور نہ ہی ترقی کر سکتا ہے۔ چنانچہ ان معاملات میں سفارت کاری کا کلیدی کردار رہا اور آج تک ہے۔ اس مقالہ میں سفارت کاری کی مختصر تاریخ اور اس کے رہنما اصول فکر اسلامی کی روشنی میں زیر بحث لائے گئے ہیں۔

سفار کاری کی مختصر تاریخ

سفارت کا عہدہ زمانہ قدیم سے چلا آرہا ہے۔ یعنی جب سے تہذیب و ثقافت اور ریاستی امور و قوانین وضع کیے گئے ہیں، اس عہدہ کا پھریا قصرِ سیاست پر پوری آب و تاب سے لہرا رہا ہے۔ یونانی، روسی، ایرانی اور چینی سیاسیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ہاں عہدہ سفارت موجود تھا۔ زمانہ جاہلیت میں جب عرب معاشرتی لحاظ سے مختلف گروہوں، جماعتوں اور قبیلوں میں منقسم رہے اور ان میں صدیوں پرانی رقابتیں اور دشمنیاں چلی آرہی تھیں، تب بھی وہ اصلاح احوال اور حل تنازعات کے لیے سفارت پر یقین رکھتے تھے اور اپنے قبیلے سے سفارت کے لیے اس شخص کا انتخاب کرتے جو طاقت لسان، فصاحت و بلاغت، ہمت و جرات، تہور و شجاعت اور معاملہ فہمی میں یکتائے روزگار ہوتا۔

ہم جب انسانی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق ریاستوں اور حکومتوں کے اختلافات کی وجوہات ان کی شدت اور ان کا رد عمل، قوت اور عدم قوت دونوں صورتوں میں نظر آتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ قبائل کے اختلافات سے جو جنگ شروع ہوئی تھی، وہ سینکڑوں نہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں جارحانہ و پرامن مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچی ہے۔ ہمارے سامنے بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں کہ کسی ایک ریاست نے اپنے مفادات کے حصول کی خاطر دوسری ریاست پر جنگ مسلط کر دی یا دوران جنگ بھی ایسے مواقع آئے کہ جنگ بند کرنے کے لیے باہمی شرائط پر اتفاق ہو سکے یا جنگ کے بعد ہارنے اور جیتنے والوں کے درمیان معاملات کا واضح تعین کرنے کے لیے شرائط طے کی جا سکیں۔ ان تمام صورتوں میں گفت و شنید کی خاطر بعض افراد کو بحیثیت نمائندہ اور سفیر دوسرے حکمرانوں کے پاس بھیجا جاتا تھا جن کو نہ صرف ہر قسم کا تحفظ حاصل ہوتا تھا بلکہ انہیں بہت سی مراعات بھی دی جاتی تھیں۔ یہ سفیر اور پیغام رساں مسلمہ ذہانت اور مہارت تامہ کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ قابل اعتماد بھی ہوتے تھے انہیں اپنی حکومتوں کی طرف سے ہر قسم کے اختلافی معاملات کو نپٹانے اور مفادات کے حصول کی خاطر طریقہ کار پر بات چیت کرنے کا کلی اختیار حاصل ہوتا تھا۔ (1)

مدینہ کی اسلامی ریاست کے ابتدائی دور میں خود امام الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حیات طیبہ میں

دوسری ریاستوں سے معاملات طے کرنے کے لیے نمائندے بھیجے جاتے تھے اور ان کے نمائندوں کو اپنے ہاں مدعو کیا جاتا تھا۔ معاہدات کی شرائط طے کرنے میں دونوں طرف کے نمائندوں کی خدمات حاصل کی جاتی تھیں۔ صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط طے کرنے کا معاملہ اس کی ایک اعلیٰ ترین مثال ہے۔(2) بہر حال یہی نمائندے آگے چل کر سفیر کہلائے۔ چنانچہ سفیروں کو ریاستوں کے درمیان تعلقات کا ایک موثر ذریعہ تسلیم کر لیا گیا۔

قرون وسطیٰ میں یورپ میں کلیسا اور بادشاہت کے درمیان اقتدار کی کشمکش کی طویل جنگ جاری تھی اس وقت اگرچہ مذہبی اور اعتقادی جنون نے مصلحت کی راہوں میں جذباتیت کو داخل کر دیا تھا لیکن پھر بھی سفیروں کی آمدورفت برابر جاری رہی۔ اس سلسلے میں خاص بات یہ ہے کہ چونکہ زمانہ قدیم اور عہد وسطیٰ میں آمدورفت کے ذرائع محدود تھے اور مواصلات کا نظام بالکل فرسودہ بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا اس لیے اس طرح کے سفیروں کی ضرورت صرف کسی تنازعہ کی صورت میں پیش آتی تھی یا زیادہ سے زیادہ امن کے زمانہ میں خیر سگالی کا جذبہ ابھارنے کے لیے ایسے لوگ تحفے تحائف وغیرہ دے کر بھیجے جاتے تھے۔ لیکن ان کی کوئی مستقل حیثیت نہیں ہوتی تھی۔

سلطنت عثمانیہ میں عثمانی بادشاہوں نے خیر سگالی اور گفت وشنید کے جذبے کے تحت دوسرے مسلمان بادشاہوں کے ساتھ خاص مواقع کے لحاظ سے آپس میں سفارتی مشنوں کا تبادلہ کیا۔ ان مسلمان ممالک میں اناطولیہ، مصر، مراکش، ایران، ہند اور مشرق وسطیٰ شامل تھے۔ عثمانی بادشاہوں کا خیال تھا کہ سولہویں صدی سے ابھرتے ہوئے یورپ کے ساتھ سفارت خانوں کا قیام عمل میں لاکر مستقل سفراء کے ذریعے مسلسل سفارتی تعلقات کا تجربہ کیا جائے اور یورپی ریاستوں اور استنبول میں مستقل مشنری ادارے قائم کیے جائیں۔ تاہم عثمانی حکومت نے اس کام کو موثر بنانے کے لئے اٹھارویں صدی کے خاتمے تک کوئی توجہ نہ دی اور صرف یورپی طاقتوں کے معاہدہ کی مضبوطی اور استنبول میں خارجی مشنوں کے بارے میں مراسلت ہی کو کافی سمجھا گیا۔

1729ء میں سلیم ثالث نے یورپ میں مستقل طور پر سکونتی سفارت خانے قائم کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ سب سے پہلا سفارت خانہ 1739ء میں لندن میں کھولا گیا۔ اس کے بعد ویانا، برلن اور پیرس میں بھی سفارت خانے کھولے گئے۔ لیکن جلد ہی یہ سفارت خانے یونانی افسروں کے چارج میں چلے گئے اور ۱۲۸۱ء میں یونانی جنگ آزادی کے خاتمے پر بالکل بند کر دیئے گئے۔ 1830ء میں لندن، پیرس، ویانا اور برلن میں سفیر بھیج کر مستقل سفارت خانے کھولنے کا ایک نیا قدم اٹھایا گیا۔ 1849ء کو تہران اور 1867ء کو واشنگٹن امریکہ میں مزید سکونتی مشن قائم کیے گئے۔ اور وزارت خارجہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔(3)

سفارت کاری سے متعلق چند اہم مصطلحات

سطور ذیل میں سفارت کاری سے متعلق چند اہم مصطلحات پیش خدمت ہیں:

ا۔ سفیر

علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: ''سفیر اس فرستادہ کو کہا جاتا ہے جو بھیجنے والے کا مقصد واضح کرتا اور فریقین سے منافرت دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔''(4)

صاحب تاج العروس نے لکھا ہے: ''سفیر قوم کے درمیان صلح کرانے والا شخص ہوتا ہے، اس اعتبار سے کہ وہ دونوں فریقوں کے دل کی بات کو باہر نکال کر معاملہ صاف کرادیتا ہے۔''(5)

۲۔ ایلچی

سفیر ترکی زبان میں ایلچی کو کہتے ہیں، یہ ایلچی خواہ کسی علاقے کی طرف سے ہو، اقوام کی طرف سے ہو یا کسی حکومت کی طرف سے۔ اور اس میں جملہ پیشہ وارانہ صلاحیتیں موجود ہوں۔ ترکی کی بعض کتابوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایلچی کا معنی حکمرانبھی ہے یا حکمران کو خصوصی امتیازات سے نوازنا بھی۔ تاہم عہد اول سے تواتر کے ساتھ اس کے معنی سفیر یا قاصد ہی کے ہیں۔(6)

۳۔ ڈپلومیسی (Diplomacy)

یہ انگریزی زبان کا لفظ ہے۔ اس کا مطلب ملکوں کے درمیان مساویانہ تعلقات قائم رکھنے کا نام ہے۔ اس سے مراد حسن تدبیر یا نظام کو احسن طریقے سے چلانے کا بھی ہے۔ اس لئے Diplomat اس شخص کو کہتے ہیں جو ڈپلومیسی کا کام کرتا ہے۔ بعد میں یہ لفظ یونانی زبان سے لاطینی زبان میں استعمال ہونے لگا۔ اس کے بعد یہ لفظ یورپی زبانوں یعنی انگریزی اور فرانسیسی میں منتقل ہوا پھر وہاں سے عربی زبان میں استعمال ہونے لگا۔ سترھویں صدی کے وسط سے یہ لفظ عجمی ملکوں کی زبانوں میں داخل ہوا۔ اور اس طرح اس لفظ نے ملکوں کے آپس میں Negotiation کی جگہ استعمال ہوا۔ اور کثرت استعمال سے اس کی ترقی ہوئی یہاں تک اس لفظ کی استعمال موجودہ زمانے تک تقریباً تمام ملکوں کے اداروں میں مشہور ہو گئی۔ اور اس کے ذریعے ایک ملک دوسرے ممالک کے ساتھ امن کے وقت، معاہدات، تعلقات استوار رکھتے ہیں۔

لفظ ڈپلومیسی اور سفیر ایک معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ موجودہ دور کی اصطلاح میں لفظ سفیر اس شخص کے لئے قرار دیا گیا ہے جو ایک ملک کسی شخص کو کسی خاص مہم (Mission) کے لئے بھیجتا ہے۔ لفظ ڈپلومیسی کی ابتدا کے بارے میں انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں ہے:

"The word diplomacy was first used in English so late on 1796 by Burke"(7)

(انگریزی میں ڈپلومیسی کا لفظ سب سے پہلے ۱۷۹۶ء میں برک نے استعمال کیا تھا)

کئی سال پہلے برطانوی سفیروں کی رہنمائی کے لیے آرنسٹ اسٹو نے ایک کتاب A Guide to Diplomatic Practice لکھی تھی جو عرصہ دراز تک برطانوی سفارتی عملہ میں مقدس حیثیت رکھتی تھی۔ آرنسٹ نے لکھا ہے: ''ڈپلومیسی ذہانت اور مہارت کے اس استعمال کو کہتے ہیں جو ریاستوں کی حکومتوں کے مابین سرکاری تعلقات کے معاملے میں عمل میں لائی جاتی ہیں۔(8)

سفیروں کا انتخاب

ابتداً سفیروں کا انتخاب محلاتی محافظوں کے دستوں سے کیا جاتا تھا۔ بعد میں حکومت کے اہل کاروں اور علماء کی جماعتوں سے کیا جانے لگا۔ شروع میں ان کے گریڈ اور ملازمت کے بارے میں غیر یقینی صورتحال تھی۔ انیسویں صدی میں یورپین سفارتی اصطلاحات وضع کی گئیں اور وزارتوں اور مشنوں کی تکمیل کر کے ان کے سربراہ بھی مقرر کیے گئے۔ تو درجہ بندی کر دی گئی۔(9)

جاحظ نے لکھا ہے: ''ایران کے اصول سفارت میں خاص بات یہ تھی کہ بادشاہ اپنے سفیروں کا انتخاب بڑی احتیاط کے ساتھ کرتا تھا درباریوں میں سے ایک شخص جب متعدد بار آزمایا جا چکا تھا تب اس کو سفارت کا کام انجام دینے کے لیے مامور کیا جاتا تھا۔ سب سے پہلے بادشاہ اس کو پایہ تخت کے کسی آدمی کے پاس خط پہنچانے کا حکم دیتا تھا اور اس کے ساتھ ہی ایک جاسوس کو بھی بھیجتا تھا کہ اس موقع پر جو باتیں ہوں ان کی آکر رپورٹ دے، خط لے کر جانے والے کی رپورٹ کا مقابلہ جاسوس کی رپورٹ کے ساتھ کیا جاتا تھا اگر بادشاہ کو اس کی دانائی اور ایمانداری پر اطمینان ہو جاتا تو پھر وہ اس کو سلطنت کے کسی دشمن کے پاس کوئی پیغام دے کر بھیجتا تھا اور پہلے کی طرح پھر ایک جاسوس اس پر متعین کرتا تھا تاکہ اس کی کارگزاری کی رپورٹ بادشاہ کو دے۔ اگر دوسری مرتبہ بھی قاصد اپنے امتحان میں پورا اترتا تو پھر بادشاہ کو اس پر پورا اعتماد ہو جاتا تھا۔''(10)

سفیر کی خصوصیات

جب کوئی سفیر کہیں بھیجا جاتا ہے تو اول تو اس کے پیغام کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ارباب دول اس قاصد کے مستند اور معتبر ہونے کو سمجھتے ہیں۔ سطور ذیل میں سفیر کی خصوصیات ملاحظہ کیجیے:

- ہر سفیر اور قاصد کو دیکھ کر لوگ بادشاہ کے کردار اور اس کی عقل مندی اور اس کے تدبر کے بارے میں رائے قائم کرتے ہیں۔(11) نبی اکرم ﷺ نے مصر کے شاہ مقوقس کے دربار میں حاطب بن ابی بلتعہ کو بھیجا تھا جس کی ذہانت کی اس نے تعریف کی اور کہا کہ معلوم ہوتا ہے تمہارا بھیجنے والا بہت ذہین اور سمجھ دار ہے۔(12)

- سفیر چونکہ نہایت ہی ذمہ دار اور اہم شخص ہوتا ہے۔اس لئے اس کے تقرر کے سلسلے میں بہت ہی زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔ سفارت اور ایلچی گری کے لیے ایک ایسا شخص چاہئے جو بادشاہوں کی صحبتوں یں بیٹھ چکا ہو، گفتگو میں دلیر، بات کا دھنی اور کم گو ہو۔
- کافی سیاحت کر چکا ہو، ہر علم و فن سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہو، ذہین اور تیز حافظہ ہو، اس کی نظر ماضی پر ہو اور اس کی شخصیت پر کشش اور جاذب نظر ہو، اگر ان خوبیوں کے علاوہ سفیر عمر رسیدہ اور عالم بھی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔(13)
- اگر سربراہِ مملکت سفارت کے عہدہ کے لیے اپنے خاص مقرب کا انتخاب کرے، تو اور زیادہ بہتر ہو گا، کیونکہ اس پر کلی اعتماد اور بھروسہ کیا جا سکے گا، شہسوار، بہادر اور سپاہی قسم کا اگر سفیر ہو گا تو اس سے دوسرے ملک کے لوگوں پر اچھا اثر پڑے گا۔ وہ خیال کریں گے کہ ان کے ملک کے سبھی لوگ ایسے نڈر اور بہادر ہیں۔
- سفیر اگر اونچے گھرانے سے تعلق رکھتا ہو گا تو اس کی خاندانی وجاہت بھی اس کی عزت افزائی کا باعث بنے گی۔
- سفیر کو موقع محل کے لحاظ سے قیمتی اور خوش نما لباس زیب تن کرنا چاہیے۔
- سفیر مختلف زبانوں کا ماہر ہونا چاہئے تاکہ سفارت کے حق کو پوری طرح ادا کر سکے اور جس ملک میں سفارتی مشن پر جائے تو وہاں کی زبان سے آگاہ ہو، تاکہ ان کی اپنی زبان میں باشندوں تک اصل بات پہنچا سکے۔
- نبی کریم ﷺ نے ہر حکمران کی طرف اپنا سفیر بھیجتے وقت اس بات کا خاص اہتمام کیا کہ وہ سفیر اس حکمران کے مرتبہ و حیثیت کے مطابق گفتگو کر سکے اور وہاں کی قومی زبان نیز اس ملک کے حالات سے بھی واقف ہو۔(14)
- سفیروں کی ذہانت قابل داد ہوتی تھی۔ وہ اپنی ذہانت اور غیر معمولی قابلیت کی بنا پر اپنے ملک کی نمائندگی کا حق ادا کرتے تھے۔ ان کا طرز تکلم اچھوتا، ان کا انداز بیان نرالا اور ان کی شگفتگی مثالی ہوتی تھی۔ وہ لوگ اپنے کردار اور افعال واقوال سے نمایاں حیثیت کے حامل ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جن لوگوں کو بطور سفیر بھیجا ان کی علمیت و قابلیت، ان کے فضل و کمال اور ان کی جرات و بے باکی پر آج بھی پوری دنیا حیران ہے۔ چنانچہ سفیر میں ذہانت و چطانت، علم و فضل اور جرأت کے خصائل کا ہونا بھی از حد ضروری ہے۔

جاحظؒ نے اپنی کتاب التاج فی اخلاق الملوک میں آداب سفیر کے تحت لکھا ہے کہ :

- بادشاہ کے لیے لازم ہے کہ اس کا سفیر فطرت اور مزاج دونوں سے صحیح اور عمدہ ہو، فصیح البیان اور ادیب ہو۔
- وہ بات کرنے، سمجھنے اور اس کا جواب دینے کی اہلیت رکھتا ہو۔
- بادشاہ کے الفاظ اور مفہوم کو صحیح طریق سے ادا کرنے کا اہل ہو اور قادر الکلام ہو۔

- وہ قدرتی اور حقیقی لب ولہجہ سے بات کرے۔
- وہ کسی لالچ اور خرابی کی طرف مائل نہ ہو۔
- جو بات بھی ذمہ لگائی گئی ہو اس کو محفوظ کرے اور خفیہ راز سمجھے۔
- بادشاہ کے لیے لازم ہے کہ اپنا سفیر مقرر کرتے وقت اس کو پہلے ہی اچھی طرح آزمالے۔(15)

یہ تمام اوصاف ایسے ہیں جو حقیقت پر مبنی ہیں، کیونکہ جو شخص حقیقت پسند ہو گا وہ جملہ امور میں حقیقت پسندی سے کام لے گا اور اس میں کسی قسم کی غلط بیانی یا کج روی کا بالکل احتمال نہیں ہو گا وہ شخص سفارت کاری کے امور کو باحسن طریق ادا کرنے کا اہل ہے۔

سفیر کے فرائض

سفیر کے حسب ذیل فرائض ہیں جنہیں حسن و خوبی سے نبھانا اور ذمہ داری سے انجام دینا اس کے فرائض منصبی میں شامل ہے:

۱۔ سفیر حکومت کا نمائندہ ہوتا ہے۔ جس کو اپنے ملک کی طرف سے مکمل اختیارات حاصل ہوتے ہیں، اس کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اپنی حکومت کے اہم معاملات کے بارے میں دوسری حکومت سے گفت و شنید کرے اور وہاں کے سربراہ سے وقتاً فوقتاً ملاقات کر کے اپنی مملکت کے لیے حقوق و فرائض کا تحفظ کرے۔(16)

۲۔ سفیر کا معنی چونکہ لوگوں کے درمیان پردہ اُٹھانا بھی آتا ہے۔ اس لیے اس کا فرض ہے کہ حکومتوں کی رنجشوں کو دور کرنے کے لیے ان کے سامنے صاف اور واضح حقائق کھول کر رکھ دے تاکہ ان کے درمیان صلح ہو جائے۔(17)

۳۔ سفیر کا ایک فرض قوم کے درمیان اصلاح یا صلح کی کوشش کرنا بھی ہے۔(18) جیسے حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ لوگ مجھے آپ کے اور اپنے درمیان سفیر بننے کے لیے کہتے ہیں یعنی انہوں نے مجھے سفیر بنایا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان صلح کرادوں۔(19)

۴۔ سفیر کا ایک معنی مذہبی خیالات کی عکاسی کرنے والا بھی بتایا گیا ہے۔(20) اس لحاظ سے سفیر کے خوش گوار فرائضہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ اپنے مذہبی خیالات کی عکاسی کرنے میں پوری تندہی سے کام لے کیونکہ دوسری حکومتوں کے ساتھ تعلقات استوار کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ وہاں تبلیغی اور سفارتی مشن قائم کر کے اسلامی روایات اور عقائد کی ترویج کی جائے یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ سفیر ہیں مذہبی رجحانات اور دینی خیالات بدرجہ اتم موجود ہوں اور وہ اپنی دلچسپی کا اظہار بھی کرتا ہے اور اس قسم کے عملی نمونے اور تاثرات چھوڑے کہ لوگ خود بخود اسلام کی صداقت اور حقانیت کو تسلیم کیے بغیر نہ رہ

سکیں۔

۵۔ سفیر کے فرائض منصبی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اپنے ملک کے سربراہ کو ہر لحظہ بدلتے ہوئے حالات سے باخبر رکھے اور اپنی کارکردگی کی رپورٹ باقاعدہ ارسال کرتا رہے۔ نبی کریم ﷺ سفیر سے خصوصیت کے ساتھ حسن کارکردگی کی رپورٹ طلب فرمایا کرتے تھے۔ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ "نبی کریم ﷺ نے ابن لُتَیبیّہ کو بنی ذبیان کی جانب صدقہ وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ جب وہ وہاں سے واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان کا محاسبہ کیا اور ان سے پوری رپورٹ طلب فرمائی۔"[21] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عمال وحکام کا محاسبہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر ان کی کسی قسم کی خیانت ظاہر ہوتی تو انہوں معزول کر دیتے اور نیا امین ودیانت دار شخص مقرر فرماتے۔

٦۔ سفیروں کے ذریعے اسلحہ کی فراہمی اور دیگر فرمائشیں بھی کی جاتی ہیں۔ ایسے موقعوں پر بڑی عاجزی اور انکساری کا ثبوت دے ے جدید اسلحہ حاصل کیا جاتا ہے اور تجارت کو فروغ دیا جاتا ہے۔

سفارت کاری کے اسلامی اصول

سفارت کاری کے اسلامی اصول درج ذیل ہیں:

ا۔ مشن سے محبت اور خلوص

سفارت ایک ایسا مقدس کام ہے کہ اس میں جب تک آدمی کو جنون کی حد تک محبت نہ ہو اس وقت تک اس کی صحیح طور پر ادائے گی ممکن نہیں ہے۔ قریش مکہ کے بار بار اصرار کرنے پر جناب ابو طالب نے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کی قوم کے لوگ (مکے والے) میرے پاس آئے تھے اور ایسا ایسا کہہ رہے تھے۔ آپ ذرا میری جان کا بھی خیال کریں اور اپنی جان کا بھی۔ مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں جس کو میں اٹھا نہ سکوں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چچا! خدا کی قسم اگر وہ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں اپنے مشن کو چھوڑ دوں، تب بھی میں اس سی باز نہ آؤں گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالی اس کو غالب کر دے یا میں اس مشن کی تکمیل میں شہید ہو جاؤں۔"[22]

اگر سفیر خلوص ولگن اور محبت سے کام کرے گا تو خداوند کریم کی مدد اس کے شامل حال ہو گی۔

وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ[23]

(اللہ تعالیٰ آپ کی جان اور عزت وآبرو کی حفاظت کرے گا۔)

۲۔ مشن کے دوران تنگی محسوس نہ کرنا

جب سفارت کا فریضہ سونپ دیا جائے تو پھر اس کو پہنچانے میں کوتاہی نہ کی جائے اور نہ ہی کسی قسم کی

تنگی محسوس کی جائے اور اس بات کی پرواہ نہ کی جائے کہ مخالفین اس کا کیسا استقبال کریں گے۔ وہ بگڑتے ہیں تو بگڑیں، مذاق اڑاتے ہیں تو اڑائیں، طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں تو بنائیں، دشمنی میں اور زیادہ سخت ہوتے ہیں تو ہو جائیں لیکن پیغام کی تبلیغ میں کوتاہی نہ کی جائے اور نہ ہی اس کے پیغام کو پہنچانے میں تنگی کا اظہار کیا جائے۔ دل تنگ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مخالفتوں اور مزاحمتوں کے درمیان اپنا راستہ صاف نہ پاکر آدمی کا دل آگے بڑھنے سے رکے۔ اس مضمون کو قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ضیق صدر کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّكَ يَضِيقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُولُونَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتَّى يَأْتِيَكَ الْيَقِينُ(24)

(ہمیں معلوم ہے جو باتیں یہ لوگ آپ پر بناتے ہیں ان سے آپ دل کو سخت کوفت ہوتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کریں اور سجدہ کرنے والوں میں سے ہو جائیں اور آپ اپنے رب کی بندگی کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ کو یقین آجائے۔)

۳۔ تکمیل مشن

مقتدر اعلیٰ یا حکومت کی جانب سے فیصلہ کن اعلانات یا دیگر امور جو سفیر کے ذمے لگائے جائیں کہ وہ بلا خوف و خطر اور بلا تامل پہنچا دیئے جائیں۔ سفیر اپنے مشن کو ہر صورت مکمل کرے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ اس منصب کا حق ادا کرنے سے قاصر متصور ہو گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ(25)

(اے پیغمبر ﷺ جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچا دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس پیغمبری کا حق ادا نہ کیا۔)

نوع انسانی کے عوام وخواص میں سے جو بات جس طبقہ کے لائق اور جس کی استعداد کے مطابق ہو اسے بلا کم و کاست، بے خوف و خطر پہنچا کر حجت پوری کر دی جائے اور تکمیل مشن کر دی جائے۔ جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں عاشقان اسلام کے سامنے اپنے مشن کی تکمیل کا اعلان فرمایا اور اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بنایا۔(26)

۴۔ اقدام سے پہلے تحقیق کرنا

سفارت کے زریں اصولوں میں سے ایک ضروری اصول یہ ہے کہ اگر کسی قوم، شخص یا ملک کے بارے میں کوئی خلافِ واقعہ خبر ملے تو سب سے پہلے اس کی تحقیق کر لی جائے۔ اسی کی رہنمائی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًا بِجَهَالَةٍ

فَتُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَادِمِينَ (27)

(اے ایمان والو اگر کوئی غلط قسم کا آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لے اکرو کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی قوم کو نادانی کی وجہ سے کوئی نقصان نہ پہنچادو اور پھر تمہیں اپنے کیے پر پچھتانا پڑے۔)

اکثر نزاعات اور رنجشوں کی ابتداء جھوٹی اور من گھڑت خبروں سے ہوتی ہے۔اس لیے سب سے پہلے اختلاف و تفریق کے اس سرچشمے کو ہی بند کر دیا جائے

۵۔جامع مراسلات کا تبادلہ

سفارت کاری کا ایک ذریعہ مراسلات ہیں۔ممالک کے مرمیان مراسلات کا تبادلہ پہلے بھی ہوتا تھا اور آج بھی ہوتا ہے۔چنانچہ جو مراسلات ایک حکومت کی طرف سے دوسری حکومت کو ارسال کیے جائیں وہ مختصر اور جامع ہونے چاہئیں۔جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے نہایت اختصار کے ساتھ صاف، واضح اور دوٹوک بات لکھ دی:

إِنَّهُ مِنْ سُلَيْمَانَ وَإِنَّهُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ أَلَّا تَعْلُوا عَلَيَّ وَأْتُونِي مُسْلِمِينَ (28)

(یہ خط سلیمانؑ کی جانب سے ہے اور اللہ رحمن ورحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ۔)

۶۔مشاورت

جب کسی ملک کو دوسرے ملک کی سفارت پہنچے تو سربراہ مملکت کو اپنے وزراء، امراء اور مشیروں سے اس کے بارے میں ضرور مشورہ کر لینا چاہیے تاکہ صورت حال واضح ہو جائے اور باہمی مشورہ کر کے اصول وضوابط طے کر لیے جائیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اہم دینی، قومی اور ریاستی امور میں صحابہ کرام کو شریکِ مشورہ کرنے کا حکم دیا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (29)

(اور آپ ﷺ انہیں معاملات میں شامل مشورہ کیجیے۔)

۷۔حکومتی آداب کا خیال رکھنا

سربراہ مملکت کی خدمت میں وفود کی شکل میں حاضر ہو کر سفارتی امور بجالاتے وقت آداب شاہانہ کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔جس طرح حضرت سلیمانؑ نے ہدہد کو ہدایت کر دی تھی کہ:

ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ (30)

(پھر الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا ردِ عمل کرتے ہیں۔)

ہد ہد کو حضرت سلیمانؑ نے یہ تاکید بھی کر دی کہ ملکہ کی خدمت میں خط پیش کر کے وہاں سے ایک طرف ہٹ جانا۔ کیونکہ قاصد یا سفیر کا وہیں سر پر کھڑا رہنا آدابِ شاہانہ کے خلاف ہے۔

۸۔ معاہدات کی پاسداری

نبی کریم ﷺ کی سفارتی مہمات کے شاہکار معاہدہ حدیبیہ کا جدید ڈپلومیسی سے موازنہ کیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے معاہدات یا سفارت میں کس قدر سچائی غالب ہوا کرتی تھی۔ معاہدہ حدیبیہ کرتے وقت حضرت ابو جندلؓ جائے مذاکرات پر آ گئے۔ وہ اسلام قبول کر چکے تھے لیکن قریش کی قید میں تھے۔ سہیل بن عمرو نے ان کی واپسی کا مطالبہ کیا اور ساتھ ہی بصورت دیگر معاہدہ طے نہ کرنے کی دھمکی دی۔ آپ ﷺ نے ابو جندلؓ کو واپس کر دیا اور فرمایا: "ابو جندلؓ! صبر اور ضبط سے کام لو۔ اللہ تمہارے لیے اور دیگر مظلوموں کے لیے کوئی راہ نکالے گا۔ صلح اب ہو چکی اور ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔"[31]

اسی طرح حضرت ابو بصیرؓ مدینہ منورہ پہنچے تو معاہدہ کے مطابق ان کو واپس کر دیا گیا۔ لیکن وقت ایسا آ گیا کہ قریش نے مجبور ہو کر آنحضرت ﷺ کو لکھ بھیجا کہ معاہدہ کی اس شرط سے ہم باز آتے ہیں۔ اب جو مسلمان چاہے مدینہ جا کر آباد ہو سکتا ہے۔ ہم اس سے تعرض نہ کریں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے لکھ بھیجا تو ابو جندلؓ اور ان کے ساتھی مدینہ آ کر آباد ہو گئے۔[32]

نبی کریم ﷺ نے معاہدہ حدیبیہ میں جس بصیرت سے قریش کو یہودیوں کے متعلق غیر جانب دار رہنے پر آمادہ کر لیا، وہ آپ ﷺ کی زبردست سیاسی اور سفارتی کامیابی کی دلیل ہے۔[33]

معاہدہ حدیبیہ کے چند دنوں کے بعد آپ ﷺ نے خیبر کا رخ کیا اور ایسا کمال دکھایا کہ اہل خیبر بے یار و مددگار رہ گئے اور ان کی مدد کے لیے کوئی بھی نہ پہنچا۔ یہاں تک کہ غطفان کے حلیف بھی اپنے گھروں میں بیٹھے تماشا دیکھتے رہے۔[34]

نتائج و سفارشات

- سفارت کا عہدہ زمانہ قدیم سے چلا آ رہا ہے۔ جب سے تہذیب و ثقافت اور ریاستی امور و قوانین وضع کیے گئے ہیں، یہ عہدہ قصرِ سیاست پر پوری آب و تاب سے لہرا رہا ہے۔
- یونانی، روسی، ایرانی اور چینی سیاسیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے ہاں عہدہ سفارت موجود تھا۔
- زمانہ جاہلیت میں جب عرب معاشرتی لحاظ سے مختلف گروہوں اور قبیلوں میں منقسم تھے، تب بھی وہ اصلاح احوال اور حل تنازعات کے لیے سفارت پر یقین رکھتے تھے اور اپنے قبیلے سے سفارت کے لیے اس

شخص کا انتخاب کرتے جو طاقت لسان، فصاحت و بلاغت، ہمت و جرات، تہور و شجاعت اور معاملہ فہمی میں یکتائے روزگار ہوتا۔

- ریاست کے مفادات اور ضروریات کے حصول میں سفارت کاری کا کلیدی کردار رہا اور آج تک ہے۔
- جب کوئی سفیر کہیں بھیجا جاتا ہے تو ارباب مملکت سفیر کو مستند اور معتبر سمجھتے ہیں۔ پھر اس کے اصل پیغامِ سفارت کی اچھائی اور برائی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی لئے عہدہ سفارت کے لیے اعلی مراتب والے افراد کا انتخاب کیا جانا چاہیے۔
- ہر سفیر اور قاصد کو دیکھ کر لوگ بادشاہ کے کردار اور اس کی عقل مندی اور اس کے تدبر کے بارے میں رائے قائم کرتے ہیں۔ اس لئے اس کے تقرر کے سلسلے میں بہت ہی زیادہ محتاط ہونے کی ضرورت ہے۔ سفارت کے لیے ایک ایسا شخص چاہیئے جو بادشاہوں کی صحبتوں یں بیٹھ چکا ہو، گفتگو میں دلیر، بات کا دھنی اور کم گو ہو۔
- سفیر کافی سیاحت کر چکا ہو، ہر علم و فن سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتا ہو، ذہین اور تیز حافظہ ہو، اس کی نظر ماضی پر ہو اور اس کی شخصیت پر کشش اور جاذب نظر ہو، اگر ان خوبیوں کے علاوہ سفیر عمر رسیدہ اور عالم بھی ہو تو زیادہ بہتر ہے۔
- اگر سربراہِ مملکت سفارت کے عہدہ کے لیے اپنے خاص مقرب کا انتخاب کرے تو زیادہ بہتر ہو گا، کیونکہ اس پر کلی اعتماد اور بھروسہ کیا جاسکے گا۔
- سفیر کو موقع محل کے لحاظ سے قیمتی اور خوش نما لباس زیب تن کرنا چاہیے۔
- سفیر کا اپنے مشن سے محبت اور خلوص ہونا چاہیے۔
- اسے مشن کے دوران تنگی محسوس نہیں کرنی چاہیے۔
- اسے اپنے تکمیل مشن کی تکمیل ی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔
- سفیر کو بین المالک معاہدات کی پاسداری کی کوشش کرنی چاہیے۔
- اسلامی نظام سفارت خصوصاً رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کی سفارت کا بنیادی مقصد صرف اسلام کا فروغ اور اعلائے کلمۃ اللہ تھا۔ لہذا آج ے مسلم سفیروں کو فروغِ اسلام کی کوشش کرنی چاہیے۔

حوالہ جات و حواشی

---

1. The Encyclopedia Americana, vol.I ,p.470(Ambassador).

2۔ ابن ہشام، عبدالملک، السیرہ النبویہ، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۲۲ھ، ج۳، ص ۱۲۳

3. The Encyclopedia of Islam, vol.II. (C-g) p.694,(Elci)

4۔ الراغب الاصفہانی، حسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دارالمعرفہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ص ۴۳۲

5۔ الحسینی، السید محمد مرتضی، تاج العروس، دارالعلم، بیروت، ۱۴۱۷ھ، ج۳، ص ۱۴، مادہ: س ف ر

6. The Encyclopedia of Islam, vol. II. (C.G) p. 694. (Elci)

7. Encyclopedia Britannica vol.7,p. 406.

8. Satwo, S.Ernest, A Guide to Diplomatic Practice, University Press, Glasgow, 1966,Book-I, Page I, (Diplomacy).

9. The Encyclopedia of Islam, vol.II. (C-g) p.694,(Elci)

10۔ الجاحظ، عمر بن بحر، التتاج فی اخلاق الملوک، دارالفکر، بیروت، ۱۴۱۲ھ، ص ۵۱۲

11۔ طوسی، نظام الملک، سیاست نامہ، مکتبہ آیۃ العظمہ، ایران، ۱۴۱۱ھ، باب ۱۲، ص ۷۸

12۔ الزرقانی، محمد بن عبدالباقی، شرح علی المواہب اللدنیہ، المطبعۃ المصریہ، قاہرہ، ۱۴۲۲ھ، ج۳، ص ۹۴۳

13۔ طوسی، نظام الملک، سیاست نامہ، باب ۱۲، ص ۸۰

14۔ ابن سعد، محمد، الطبقات الکبری، دارالعلم، بیروت، ۱۴۱۱ھ، ج۲، ص ۳۲۱

15۔ الجاحظ، عمر بن بحر، التاج فی اخلاق الملوک، ص ۴۱۲

16. The Encyclopaedia of Americana, vo. I, p.470, (ambassador)

17۔ ابن منظور، ابوالفضل محمد بن مکرم، لسان العرب دارالعلم، بیروت، ۱۴۱۱ھ، ج۴، س ۳۷، مادہ: سفر

18۔ الحسینی، محمد مرتضی، تاج العروس دارالعلم، بیروت، ۱۴۲۱ھ، ج۲۱، ص ۱۴، مادہ: سفر

19۔ ابن منظور، لسان العرب، ج۴، ص ۵۳، مادہ: سفارۃ

20. The ncyclopaedia of Islam, vol.II.(C-G) p.694, (Elci).

21۔ البخاری، الجامع الصحیح، ج۴، ص ۱۵۱

22۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ،، ج۱، ص ۵۸۲

23۔ المائدۃ ۵ :۷٦

24۔ الحجر ۱۵ : ۹۷۔۹۹

25۔ المائدۃ ۵ : ۷٦

26۔ ابن ہشام،السیرہ النبویہ ،ج۴،ص ۲۵۲

27۔ الحجرات۴۹ : ٦

28۔ النمل۲۷: ۳۰۔۳۱

29۔ آل عمران۳: ۱۵٦

30۔ النمل۲۷ : ۲۸

31۔ ابن ہشام،السیرۃالنبویہ ،ج۳،ص ۳۳۳

32۔ ابن ہشام،السیرۃالنبویہ ،ج۳،ص ۳۳۳

33۔ الجوزیہ،ابن قیم،زادالمعاد فی ھدی خیر العباد،دار الفکر،بیروت،۱۴۱۲ھ،ج۲،ص ۴۲۳

34۔ ابن ہشام،السیرۃالنبویہ ،ج۳،ص ۴۴۳